SHABANA PERVEEN
Asst. Professor
Vaishali Mahila College, Hajipur (B.B.A, Bihar University, Muzaffarpur)
B.A (H) Part III (Ghazal)

Topic: URDU AFSANA

B.A Part- III

Urdu Hons.

بی۔اے۔اردو آنرز حصہ سوم

پرچہ-1

PAPER-1

اکائی–5-A

Unit-5-A

کفن : پریم چند

KAFAN :PREM CHAND

Unit - 5.A

اکائی۔5-A

Kafan : Prem chand

کفن:پریم چند

5-A.0 مقصد :

اردو مختصر افسانے کا باضابطہ آغاز بیسویں صدی سے ہوتا ہے اور اردو کے اولین افسانہ نگاروں میں سب سے اہم نام پریم چند کا ہے۔انہوں نے سماجی مسائل خصوصاً دیہی زندگی کے مسائل کو اپنی کہانیوں کا موضوع بنایا۔ان کے افسانے ذاتی مشاہدے یا تحریری تجربے پر مبنی ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانے فلسفیانہ یا جذباتی حقیقت نگاری کے علمبردار ہوتے ہیں۔پریم چند نے افسانوی ادب کے دونوں صنفوں ناول اور افسانے کو جلا بخشی۔اس اکائی کا مقصد پریم چند اور ان کا افسانہ ''کفن'' سے طلبا و طالبات کو متعارف

کرانا ہے۔

5-A.1 تمہید:

جدید اردو افسانے کے موجد پریم چند ہیں اور ان کی رہنمائی میں ہی اردو افسانے نے موضوع وفن دونوں لحاظ سے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔انہوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے کیا۔انہوں نے پہلے اردو میں لکھنا شروع کیا۔بعد میں ہندی میں بھی لکھنے لگے اور ہندی والوں نے انہیں ''اپنیاس سمراٹ'' کے خطاب سے بھی نوازا۔انہوں نے افسانوی اور غیر افسانوی ادب کو بیش قیمتی سرمائے سے مالا مال کر دیا۔

5-A.2 مصنف کا تعارف اور ان کی ادبی خدمات:

اردو ادب کی تاریخ میں پریم چند کا شمار ان گوہر آبدار میں ہوتا ہے جن کے ذکر کے بغیر اردو افسانے کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی ہے۔پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا جبکہ قلمی نام پریم چند منتخب کیا تھا۔ان کی پیدائش بنارس کے لمہی نام کے گاؤں میں ۳۱/ جولائی ۱۸۸۰ء کو ہوئی تھی۔ان کے دادا درگا سہائے لال 'پٹواری' کے عہدے پر فائز تھے۔والد عجائب لال ڈاکخانے کے ایک معمولی ملازم تھے۔ان کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے ہی مولوی صاحب کے یہاں ہوئی۔اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم کی بنا پر انہیں اردو اور فارسی سے کافی گہرا لگاؤ تھا۔ان کی ادبی شخصیت کی تعمیر میں کلاسیکی داستانوں طلسم ہوشربا، الف لیلہ، کلیلہ ودمنہ، فسانہ آزاد، باغ و بہار وغیرہ کے مطالعہ نے ان کے اندر عصری حسیت اور سماجی حقائق کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت پیدا کی۔گاندھی جی، ٹیگور اور، سرت چٹر جی کے اثرات نے پریم چند کے ذہن کو وسعت بخشی اور انہیں حب الوطنی اور انسانی ہمدردی کے جذبے سے آشنا کیا۔وہیں دوسری طرف حالؔی کی ادبی تحریک نے پریم چند کو سادگی اور اخلاقی اقدار سے روشناس کرایا۔لہذا پریم چند ایک حساس طبیعت کے مالک تھے۔دیہی زندگی گزارنے والا یہ شخص سرمایہ داروں اور زمین داروں جابرانہ رویوں کا عینی شاہد اپنی بالغ النظری اور دور اندیشی کو صفحہ قرطاس پر اتار دیا۔پریم چند نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز اردو سے کیا۔بعد میں انہوں نے ہندی لکھنا شروع کیا۔اپنی ۵۶ سالہ ادبی زندگی میں بے شمار ناول اور افسانے لکھے۔ان کی وفات ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔

پریم چند کے نظریہ فکر میں قومی اتحاد اور قومی یکجہتی ایک آدرش تھا۔وہ محنت کش طبقے کے درد اور مظلومی کو اپنا درد سمجھتے تھے۔انہوں نے ہر دور میں مظلومی، غلامی، بدحالی، جہالت اور افلاس کے خلاف جہاد کیا ہے۔ان کے فن پارے اس کی ترجمان ہیں۔ان تمام ہندوستانی مسئلوں کی اصلاح چاہتے تھے۔ان کا ماننا تھا کہ جب تک کہ فرسودہ نظام کی جکڑ بندیوں اور اعلیٰ وادنیٰ طبقے کی درجہ بندیوں سے آزاد ہو کر ہی ملک کی اجتماعی خوشحالی، آزادی، اتحاد اور قومی سالمیت کا خواب پورا ہوسکتا ہے۔

منشی پریم چند نے آٹھ سال کی عمر تک فارسی اور اردو ادبیات کی تعلیم حاصل کی اور دونوں زبانوں میں اچھی خاصی مہارت بھی

پہنچالی۔انہیں ابتدائے عمر ہی سے ادبیات سے دلچسپی تھی۔اردو اور فارسی میں مہارت حاصل کرنے کے بعد پریم چند انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔اس کے چند ہی دنوں بعد ماں کا انتقال ہوگیا۔ابھی پریم چند دسویں کلاس بھی پاس نہیں ہوئے تھے کہ ایک اور پہاڑ یعنی والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔اس طرح ان کا بچپن مشکلات سے بھرا ہوا تھا۔باوجود اس کے انہوں نے اپنی تعلیم جاری رکھی اور کسی نہ کسی طرح اپنے ادبی ذوق کی تکمیل کرتے رہے۔یہ تمام باتیں کسی نہ کسی پیرایہ میں ان کی تصانیف میں مذکور ہیں۔

ان کا افسانہ قزاقی،مندر،شکست وفتح،نیک بختی کے تازیانے مایۂ تفریح اور آخری حیلے وغیرہ میں خود فنکار کسی نہ کسی صورت میں حاضر ہے اور اپنے زندگی کے احوال بحسن وخوبی سماعت کراتا ہے۔

پریم چند کے افسانے اردو افسانے کے سفر کی ہر منزل میں چراغوں کی طرح روشن رہے ہیں۔ان کے افسانوں میں آزادی سے قبل کی زندگی کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ان کے فن کا کمال یہی ہے کہ انہوں نے اپنے عہد کی روح کو،اپنی قوم کے دھڑکتے دل کو اور ایک آزاد اور خوشحال سماج کے لئے ہندوستانی عوام کی آرزوؤں اور ان کے ایثار وعمل کو تخلیقی حسن کے ساتھ اپنے افسانوں میں سمولیا تھا۔ایک دردمند دل رکھنے والے انسان اور ایک وطن پرست ادیب کی حیثیت سے انہوں نے اپنے وجود کو افلاس،محرومیوں اور دکھوں کے مارے ہوئے ہندوستان کے محنت کش طبقے کی زندگی اور ان کے مقدر سے کامل طور پر ہم آہنگ کرلیا تھا۔انہوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے عام قاری کا اعتماد حاصل کیا۔ان کے مسائل پر ان ہی کی زبانی،ان کے ہی لہجے میں گفتگو کی۔اس لئے ان کے قارئین بیک آواز کہہ اٹھے ـــــ وہی ایک ادیب ہے جس نے ہمارے دکھوں کو محسوس کیا ہے،ہمیں ہمارے روح کے سناٹوں میں آواز دی ہے،ہماری مصیبتوں میں شریک رہا ہے۔جس نے ہمارے دل کی دھڑکنیں سنی ہیں۔جو ہم میں سے ہمیں جانتا اور اور پہچانتا ہے ،ہندوستانی عوام کے اس اعتماد اور زندگی کے اس عرفان نے پریم چند کو عظمت بخشی اور ان کی تصانیف اس ملک کی اعلیٰ قومی تہذیب کا حصہ بن گئیں۔ایک مضمون میں پریم چند نے لکھا ہے:

> ''ہماری کسوٹی پر وہ ادب کھرا اترے گا جس میں تفکر ہو،آزادی کا جذبہ ہو،حسن کا جوہر ہو،تعمیر کی روح ہو،جو ہم میں حرکت،ہنگامہ اور روشنی پیدا کرے۔''

پریم چند ۱۹ ویں صدی کے آخر میں افسانہ نگار کی حیثیت سے اردو ادب میں جلوہ افروز ہوئے۔وہ پہلے افسانہ نگار ہیں جنہوں نے ہندوستان کی نوے فی صد آبادی کے حالات سے دلچسپی لی۔دیہی زندگی کے انگنت مسئلوں کو اپنے افسانوں میں پیش کرکے سماجی اور سیاسی سطح سے قربت بتایا۔انہوں نے جو کچھ پیش کیا وہ ایک عظیم خدمت ہے۔ان کے افسانوں کی تعداد تقریباً تین سو ہیں۔انہوں نے موضوع اور آرٹ کا جو طریقہ کار اختیار کیا وہ دوسرے افسانہ نگاروں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوا۔

پریم چند کی ادبی خدمات کا بالاستعیاب مطالعہ کرنے کے بعد ہم ان کی ادبی زندگی کو چار ادوار میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

پہلا دور: ابتدائی کوششیں۔۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۹ء تک

دوسرا دور: تاریخی اور اصلاحی دور۔۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۰ء تک

تیسرا دور: اصلاحی اور سیاسی کوششیں۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۲ء تک

چوتھا دور: سیاسی اور فکری دور۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۶ء تک

۱۹۰۱ء سے ۱۹۳۶ء کے درمیان منشی پریم چند نے صرف افسانہ نگاری اور ناول نویسی کا ہی کام نہیں کیا بلکہ اس میدان سے ہٹ کر بھی انہوں نے کچھ ادبی خدمات انجام دی ہیں۔ ان تحریروں کو بھی ہم طالب علموں کو ملحوظِ خاطر رکھنی چاہئے۔ جنہیں ہم حسب ذیل عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

ا۔ تنقیدی مضامین اور ادبی تبصرے

سوانحی خاکے

ادبی انشائیے

متفرق مضامین

صحافتی کارنامے:

پریم چند نے جن کتابوں اور رسالوں پر اپنے تنقیدی خیالات کا اظہار کیا ہے ان کی تعداد تقریباً تئیس ۲۳ ہے۔ جن میں ''کرشن کنول''، سوانح عمری ملکہ وکٹوریہ و پرنس البرٹ، پھولوں کی کہانی، تاریخ مصر، آثار اکبری، سگھڑ ابیٹی اور کلام اکبر پر ایک نظر، اہم ہیں۔ اسی طرح پریم چند نے سترہ سوانحی خاکے تحریر کیے ہیں۔ مثلاً ٹوڈرمل، راجہ مان سنگھ، آنریبل گوپال کرشنا گوکھلے، رنجیب سنگھ سوامی وویکانند، منشی گورکھ پرشاد عبرت، بھارتیندو بابو ہریش چندر وغیرہ ان کے مشہور سوانحی خاکے ہیں۔ ان خاکوں میں موصوف کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے باوجود اختصار کے اشخاص مذکورہ کے حالات زندگی، اور ان کے کارناموں میں تقریباً تمام ضروری معلومات فراہم ہوجاتی ہیں۔ اسی کے ساتھ ان سوانحی خاکوں میں پریم چند کا اسلوب نگارش بھی قابل تعریف ہے۔ کہیں کہیں ان افسانوی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ جس سے پڑھنے والوں کو خاصی دلچسپی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پریم چند نے یہ خاکے شخصیات کے متعلق لکھے ہیں۔ جن سے انہیں خاص عقیدت تھی یا وہ ایسی ہستیاں تھیں جنھوں نے ہندوستان کی سیاسی اور سماجی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے کافی جدوجہد کی تھی۔ مضمون نگاری میں بھی پریم چند نے جدت طبع سے کام لیا اور اس میدان میں بھی انہوں نے متعدد مضامین لکھے۔ (یہ مضامین سیاسی، معاشرتی اقتصادی، سماجی اور تعلیمی موضوعات پر مبنی ہیں۔ دیسی اشیاء کو کیوں کر فروغ ہوسکتا ہے، صوبۂ متحدہ میں ابتدائی تعلیم ہندو تہذیب اور رفاہِ عام۔ ہندوستانی ریلوں کی تاریخ، قومی اتحاد کیوں کر ہوسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کے اہم مضامین ہیں۔ اس کے علاوہ فن تصویر، گالیاں، ہندوستانی مصوری، قیس، ہنس، دورِ جدید وقدیم، کاؤنٹ ٹالسٹائی اور فن لطیف، اردو۔ ہندی۔ ہندوستانی اور ادب کی غرض وغائت وغیرہ اہل انشاء پردازی کے نمونے ہیں۔ انہوں نے رسالہ ''زمانہ'' میں کچھ متفرق مضامین بھی لکھے۔ جو صحافتی نوعیت رکھتے ہیں

پریم چند نے صحافتی زندگی کا آغاز اس وقت کیا جب وہ ۱۹۲۱ء میں ملازمت سے مستعفی ہو گئے تھے۔ ہندی ماہنامہ رسالہ ''مریادا'' بنارس سے نکلتا تھا۔ اس کے مالک شیو پرشاد گپت نے موصوف کو اس کی ادارت کا کام دے دیا۔ اس سے قبل وہ رسالہ ''زمانہ ''اور اخبار'' آزاد'' میں بھی اسسٹنٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کر چکے تھے۔ لہذا انہیں ''مریادا'' کا کام سنبھالنے میں چنداں مشکل نہ ہوئی۔ انہوں نے ایک پریس ''سرسوتی پریس'' کے نام سے کھولا تھا، لیکن اس میں انہیں کامیابی نہیں ملی۔ اس کے بعد نول کشور پریس کے مشہور ماہنامے ''مادھوری'' کے مدیر کی حیثیت سے کام کیا۔ اسی درمیان ۱۹۳۰ء میں رسالہ ''ہنس'' (ہندی میں) جاری کیا اور پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ ہنس کی ترقی میں مصروف ہو گئے۔ یہ رسالہ پریم چند کا ذاتی رسالہ تھا اس لئے انہوں نے اس کے ذریعے اپنے مقاصد اور خیالات کی تبلیغ کھل کر کی۔ سیاسی اور سماجی حالات اور دیگر مسئلوں پر تنقید کرتے رہے اور آخر دم تک ہنس نکالنے کے حق میں باتیں کرتے رہے۔

اخبار نویسی کے کام میں پریم چند کو کبھی کبھی بلکہ اکثر ترجمہ کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کئی مضامین کے ترجمہ کے علاوہ بعض کتابیں بھی ترجمہ کیں۔ ترجمہ کے کام سے اردو ادب سے زیادہ ہندی ادب کو فائدہ پہنچا۔ پریم چند کو ترجمے کے سلسلے میں جو مہارت حاصل ہوئی اسی کے نتیجے کے طور پر انہوں نے ہندی ادب میں ''سکھداس''، ''مہاتما سعدی'' اور'' آزاد کتھا'' فسانہ آزاد جیسے ترجموں کا اضافہ کیا۔

پریم چند کا اصل میدان افسانہ نگاری اور ناول نویسی تھا۔ بے شک ان کے افسانے اور ناول ہمارے ادب کا بے حد قیمتی سرمایہ ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعوں اور ناولوں کی فہرست درج ذیل ہیں۔

افسانوی مجموعے	کہانیوں کی تعداد	سالِ اشاعت
سوزِ وطن۔	۵	۱۹۰۸ء
پریم پچیسی حصہ اول	۱۲	۱۹۱۵ء
پریم پچیسی حصہ دوم	۱۳	۱۹۱۸ء
پریم بتیسی حصہ اول	۲۵	۱۹۲۰ء
پریم بتیسی حصہ دوم	۱۶	۱۹۲۰ء
خاک پروانہ	۱۶	۱۹۲۸ء
خواب وخیال	۱۴	۱۹۲۸ء
فردوسِ خیال	۱۱	۱۹۲۹ء
پریم چالیسی حصہ اول	۲۰	۱۹۳۰ء
پریم چالیسی حصہ دوم	۲۰	۱۹۳۰ء

آخری تحفہ	۱۳	۱۹۳۴ء
زادِراہ	۱۵	۱۹۳۶ء
دودھ کی قیمت	۰۹	۱۹۳۷ء
واردات	۱۳	۱۹۳۸ء

ان مجموعوں میں پریم چند کی (ہندی اخذ وترجمہ) طویل کہانی ''روٹھی رانی'' شامل نہیں ہے، جو الگ سے شائع ہوئی۔ان کے علاوہ ''سیر درویش''، اور ''کفن'' جیسی کہانیاں بھی مذکورہ مجموعوں میں شامل نہیں۔ان سب کی مجموعی تعداد ۱۹۵ ہوتی ہے۔جب کہ ہندی مجموعوں میں شائع ہونے والی ان کی کہانیوں کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔اس دوران اردو کے کئی ناقدین نے قدیم رسائل وجرائد میں پریم چند کی مزید کہانیاں تلاش کی ہیں۔اس لئے پریم چند کی کہانیوں کی مجموعی تعداد کے بارے میں حتمی اور قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔اردو کے مجموعوں میں ان کی جو کہانیاں ملتی ہیں ان میں سے کئی ایک متنازعہ ہیں۔کئی ایسی ہیں جو ترجمہ ہیں، لیکن مجموعوں میں طبع زاد کہانیوں کی حیثیت سے شامل ہیں۔ان کے ناولوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔آخر عمر میں پریم چند ہندی کے مسلم الثبوت ادیب تصور کئے جانے لگے تھے اور ہندی والوں نے انہیں ''اپنیاس سمراٹ''یعنی ناول نگاری کے بادشاہ کا لقب دے دیا۔

ان کے ناولوں کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

اسرارِ معابد	۱۹۰۳ء
ہم خرمہ وہم ثواب	۱۹۰۶ء
جلوۂ ایثار	۱۹۱۲ء
بازارِ حسن	۱۹۲۲ء
گوشۂ عافیت	۱۹۲۰ء
چوگانِ ہستی	۱۹۲۷ء
میدانِ عمل	۱۹۳۱ء
پردۂ مجاز	۱۹۳۵ء
پرتگیا ہندی میں اور بیوہ اردو میں	۱۹۳۳ء
غبن	
گئودان	۱۹۳۶ء

پریم چند کے ناولوں کو اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شائع کیا گیا۔ان کو سماج سدھارک بھی کہا جاتا ہے۔ان کے ہندی ناول ''نرملا''، ''کرم بھومی'' وغیرہ کافی مشہور ہیں۔

5-A.3 افسانہ ''کفن'' کا ادبی وسماجی پس منظر:

۱۹ویں صدی کے نصف اول میں پروان چڑھنے والی اہم فکری اورادبی تحریکوں میں علی گڑھ تحریک کوفوقیت حاصل ہے۔علی گڑھ تحریک کی بنیاد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پڑی اوراس کے بانی سرسید احمد خاں ہوئے۔سرسید احمد خاں، راجہ رام موہن رائے کی طرح نئے علوم کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے اور برہموسماج کے انداز میں علی گڑھ تحریک چلائی۔اس تحریک سے ہندوستان میں عام بیداری آئی۔اس کے استحکام میں رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' نے نشرواشاعت کا اہم فریضہ انجام دیا۔یہ رسالہ علی گڑھ تحریک کا مبلغ اور مفسر ثابت ہوا۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ نثر نگاری میں علی گڑھ تحریک کا ایک اہم کارنامہ اردو مضمون نویسی کا فروغ رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے ذریعہ ہوا۔اس تحریک نے سستی جذباتیت کوفروغ دینے کے بجائے گہرے تعقل، تدبر اور شعور کو پروان چڑھایا اس لئے اردو نثر ہی ان مقاصد میں معاونت کرسکتی تھی۔علی گڑھ تحریک نے فلسفہ اور سائنس کے استفادے سے اجتماعی بہبود کا راستہ ہموار کیا اور حقیقت پسندی کو فروغ حاصل ہوا۔اس کے بعد ہی ادباء وشعرا رومانیت کی طرف گامزن ہوئے۔رومانیت کی طرف رخ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کی سیاسی اور سماجی زندگی کی کشمکش اور پے در پے مختلف آویزشیں ہندوستانیوں کومختلف تجربوں سے ہمکنار کررہی تھیں۔ایسے میں ذہنی کیفیت نے فرار کی راہیں تلاش کیں اور رومانی نوعیت کا ردعمل ظاہر ہونا شروع ہوگیا۔اس کی شروعات محمد حسین آزاد کی نیرنگ خیال اور شرر کے ناولوں سے ہوئی۔اس تحریک کو مخزن نے عروج بخشا۔ان کے علاوہ سجاد حیدر یلدرم، سجاد انصاری، مہدی افادی، حفیظ جالندھری، اختر شیرانی اور نیاز فتحپوری کے عہد میں یہ تحریک نصف النہار پر پہنچ گئی۔ان میں سے سجاد حیدر یلدرم کو یہ اہمیت حاصل تھی کہ انہوں نے اپنی ادبی زندگی کا بیشتر حصہ مخزن کے ساتھ بسر کیا اور اردو نثر میں رومانیت کی اساس پرایک طرح نو کا اہتمام کیا۔

۱۹۳۰ء کے بعد اردو افسانے کو روسی، فرانسیسی، انگریزی اور جاپانی زبان کے افسانوں کے تراجم سے بڑی وسعت ملی۔ساتھ ہی ذہنوں میں بھی وسعت پیدا ہوئی اور معاشرے میں پائی جانے والی فرسودہ روایات کے خلاف گھٹن کا احساس ہونے لگا۔اس ناآسودگی اور گھٹن کا اظہار ۱۹۳۳ء میں ''انگارے'' کی شکل میں ہوا اور حقیقت پسندی کے لئے راہ ہموار کردی۔

پریم چند اور حقیقت نگاری ایک دوسرے سے اس قدر چسپاں ہے کہ پریم چند کہنے سے حقیقت نگاری کا ادراک ہوتا ہے اور حقیقت نگاری سے پریم چند کا وسیع کینوس ذہن پر ابھرتا ہے۔ان کی شخصیت کی تعمیر اور ذہنی تشکیل میں گاندھی جی، ٹالسٹائی، ٹیگور اور چندر چٹرجی کی تعلیمات کا اثر ہے۔ان کا ادبی سفر ۱۹۰۵ء سے ۱۹۳۵ء پر محیط ہے۔ان کے پہلے افسانوی مجموعہ ''سوزِ وطن'' کے افسانوں میں ماضی کی بازیافت، وطنیت، قوم پرستی اور پریم بھگتی کا غالب رجحان ہے۔جس سے سماج اور معاشرے کا اصلاح یقینی تھا۔اس مقصد کو ذائل کرنے کے لئے انگریزوں نے ''سوزِ وطن'' کی ساری کاپیاں ضبط کرلیں۔۱۹۲۰ء تک کے افسانوں میں پریم چند کا اصلاحی رنگ غالب ہے۔ان کے آخری دور کے افسانے تمام پچھلے افسانوں پر حاوی ہیں۔ان کا ذاتی تجربہ ومشاہدہ اس

قدر تیز ہوگیا تھا کہ کسی بھی جذباتی یا طبقاتی کشمکش کو فلسفیانہ رویے کے تحت پیش کرتے تھے۔ پریم چند کا افسانہ ''کفن'' کا ذکر اس ضمن میں ناگزیر ہے۔اس کے کردار گھیسو، مادھو اور بدھیا حقیقت سے قریب ہیں۔نہایت ہی ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والا یہ کنبہ تخیل کی دنیا کا نہ ہوکر حقیقی زندگی کے جیتے جاگتے کردار ہیں۔اس سے قبل ''انگارے'' ۱۹۳۳ء کی اشاعت نے بھی ترقی پسند تحریک کے نظریات سے متاثر ایک پوری نسل نے افسانہ نگاری کی اس روایت کو آگے بڑھایا۔ کچھ نقادوں نے ''کفن'' ہی کو ترقی پسند تحریک کا اعلان نامہ بھی کہا ہے۔

5-A.4 افسانہ ''کفن'' کا خلاصہ:

افسانہ ''کفن'' کے مصنف منشی پریم چند ہیں۔ پریم چند کا یہ افسانہ آخری افسانہ ہے۔ جو ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔اس افسانے میں مصنف نے ایک نہایت غریب، مفلوک الحال طبقہ ''چمار'' کی بے حسی کو موضوع ''کفن'' کے پردے میں دکھانے کی سعی کی ہے۔افسانہ ''کفن'' تین کردار گھیسو، مادھو اور بدھیا کا ہے۔ گھیسو اور مادھو یہ دونوں باپ بیٹے نہایت کاہل، سست اور کام چور ہیں۔ گھیسو ایک دن کماتا ہے، تین دن بیٹھ کر کھاتا ہے۔ مادھو ایک گھنٹہ کام کرتا ہے تو ایک گھنٹہ چلم پیتا ہے۔ بدھیا کی شادی کے بعد گھیسو اور مادھو دونوں ہی اپنی ذمہ داری سے بری ہو گئے۔ بلکہ بدھیا کی کمائی سے ان دونوں کا پیٹ بھرتا ہے۔

حاملہ بدھیا درد سے اندر گھر میں کراہتی چلاتی ہے اور یہ دونوں باپ بیٹے دروازے پر الاؤ میں آلو بھون کر کھانے میں مصروف رہتے ہیں۔ مادھو کو گھیسو سے خدشہ رہتا ہے کہ اگر میں بدھیا کو دیکھنے جاؤں گا تو گھیسو زیادہ آلو کھا جائے گا۔اسی طرح گھیسو کو مادھو سے خدشہ رہتا ہے۔نتیجتاً وہ بھوک مٹانے کی غرض سے بے حس ہو گئے ہیں اور بدھیا کی موت ہو جاتی ہے۔ بدھیا کی موت کے بعد گھیسو، مادھو دونوں لوگوں کو جمع کرنے کی خاطر رونے پیٹنے لگے۔ تدفین و تکفین کی غرض سے گاؤں کے زمینداروں اور مہاجنوں سے چندہ مانگتے ہیں۔ چندے کی رقم بہت زیادہ رقم تھی۔

ان روپیوں سے وہ ''کفن'' خریدنے کے لئے بازار کا رخ کرتے ہیں۔ بازار جا کر کفن خریدنے کے بجائے پوری جلیبی کھانے اور شراب پینے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بڑے مزے لے لے کر کھاتے ہیں اور دونوں باپ، بیٹے اپنی بھوک، پیاس اور بدھیا کی کفن کے متعلق مختلف باتیں کرتے ہیں۔ان دونوں کی گفتگو سے اس وقت کے سماجی و معاشرتی حالات سے واقفیت ملتی ہے۔ساتھ ہی دونوں بدھیا کے ''کفن'' کے پیسے سے پیٹ بھرتے ہیں، ان کا دل باغ باغ ہوتا ہے اور اسے جنت میں جانے کی دعا دیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ زمینداروں اور مہاجنوں کی بھی پول کھولتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ زمینداروں اور مہاجنوں کی بھی پول کھولتے ہیں کہ یہ وہی سماجی ذمہ داران ہیں جو جیتے جی مزدوری نہیں دیتے ہیں۔ اپنا قرض دار بنائے رکھتے ہیں اور موت کے بعد اس کے کفن و دفن کے لئے پیسے چندہ کے طور پر دیتے ہیں۔

لہذا خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ غریب طبقہ بھوک کی شدت کو سہتے سہتے زمینداروں اور مہاجنوں کا استحصال ان کی زندگی کا حصہ بن

جاتا ہے۔جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہوتا ہے۔انسانی اخلاق سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں اور وہ بے حسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

5-A.5 افسانہ کفن کا تنقیدی جائزہ:

پریم چند کا مشہور افسانہ ''کفن'' ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔یہ افسانہ نہ ترقی پسند تحریک سے متاثر ہے اور نہ مغرب کی ترقی پسند عناصر کی پیداوار ہے۔بلکہ دیہی زندگی کا حقیقی عکس ہے۔غربت، بھوک اور نفسیاتی کشمکش کو پیش نظر رکھ کر مصنف نے یہ افسانہ لکھا ہے۔اس افسانے کو پڑھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ غریبی انسان کو کس حد بے ضمیر بنا دیتی ہے۔

پریم چند کا آخری افسانہ ''کفن'' ۱۹۳۵ء میں منظر عام پر آیا اور ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید ہو گیا۔یہ افسانہ ہمیشہ سے ہی نئی لکھنے والوں کے لئے فنی نقطۂ نظر سے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔تجربے اور تیز مشاہدے نے ''کفن'' کو فن کا شاہکار بنا دیا۔پانچ اوراق پر مشتمل یہ مختصر افسانہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔اس کا محور ہندوستان کا ایک روایتی گاؤں ہے۔وہاں کی بیشتر آبادی مزدوروں اور کسانوں کی ہے۔کہانی کا آغاز مصنف ان جملوں سے کرتا ہے:

> ''جھونپڑے کے دروازے پر باپ اور بیٹا دونوں ایک بجھے ہوئے الاؤ کے
> سامنے خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور اندر بیٹے کی نوجوان بیوی بدھیا دروازہ سے
> پچھاڑیں کھا رہی تھی اور رہ رہ کر اس کے منہ سے ایسی دل خراش صدا نکلتی تھی کہ
> دونوں کلیجہ تھام لیتے تھے۔جاڑوں کی رات تھی، فضا سناٹے میں غرق، سارا
> گاؤں تاریکی میں جذب ہو گیا تھا۔''

(کفن، ص ۱۳۵)

کہانی کے آغاز میں ہی مصنف نے مشاق اور پختہ تجربہ کار ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ایک عام افسانہ نگار اسی کہانی کی شروعات ''جاڑوں کی رات'' سے کرتا، لیکن پریم چند اس راز سے واقف ہیں کہ کہانی صرف منظر نگاری کا نام نہیں ہے بلکہ کہانی کا سارا انحصار کرداروں پر ہوتا ہے۔اسی لئے وہ پہلے ہی جملے میں کہانی کے کرداروں سے واقف کراتے ہیں اور بنیادی طور پر اپنی توجہ کرداروں پر مرکوز رکھتے ہیں۔پس منظر کے طور پر منظر ناموں اور تبصروں سے کردار نگاری کو استحکام بخشتے ہیں۔

کہانی کا مرکزی خیال انسان کی بے ضمیری اور بے حسی ہے۔اس کے تین کردار (گھیسو، مادھو، بدھیا) ہے۔جب پریم چند ان کرداروں سے متعارف کراتے ہیں تو ہم کسی حد تک ان غیر انسانی رویوں کا سامنا کرنے کے لئے خود کو آمادہ کر لیتے ہیں اور کہانی سے قریب تر ہو جاتے ہیں۔گھیسو کا ایک دن کام کرنا تین دن آرام کرنا۔مادھو کا ایک گھنٹہ کام کرنا تو ایک گھنٹہ چلم پینے میں وقت ضائع کرنا۔بے حسی کا عالم یہ ہے کہ گھیسو اور مادھو قرض سے لدے ہوئے ہیں، لیکن پھر بھی خوش ہیں۔پریم چند نے ان کرداروں کی حقیقی زندگی

پیش کر کے اسے فطری اور قابلِ قبول بنا دیتے ہیں۔

کرداروں کا ارتقاء دو سطحوں پر ہمارے سامنے ابھر کر سامنے آتا ہے۔ایک سطح وہ ہے جہاں ایک عورت درد سے تڑپ رہی ہے اور افرادِ خانہ مزے لے لے کر آلو کھا رہے ہیں۔دوسری سطح پر ان کے ظاہری اعمال کے لئے ذہن کی طرف سے جواز اور ہوشیاری کی دلیلیں فراہم ہوتی ہیں۔افسانہ ''کفن'' کے کرداوں کی داخلی دنیا عجیب وغریب ہے۔جسے بڑی تکنیک اور چابکدستی سے ان کی کیفیتوں اور نفسیاتی گرہوں کو کھولنے کا کام کیا ہے۔پریم چند کی یہ تہہ داری اور پیچیدگی ان کے ابتدائی دور کے کردار نگاری اور فن کے نقطۂ نظر سے بہت ہی بلند ہے۔

بدھیا مادھو کی بیوی ہے۔جس کی انفرادیت سب سے الگ ہے۔وہ کہانی کا محور ہے،اسی کے گرد کہانی کی بنت ہے۔مگر وہ بے زبان کردار ہے۔وہ محنت ومشقت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے اور اپنی کمائی سے گھیسو اور مادھو کے لئے دو وقت کی روٹی جٹاتی ہے۔یہ کہانی کی کلائمکس ہے،لیکن یہی کردار کلائمکس کی حد کو اس وقت پار کر جاتے ہیں جب وہی بدھیا درد سے کراہتی ہے،مگر یہ دونوں باپ بیٹے اس کے ساتھ غیر فطری اور غیر انسانی رویہ اختیار کرتے ہیں۔ان کے اس رویے سے اخلاقیات کے سارے اصول پاش پاش ہو جاتے ہیں۔بدھیا اپنے وجود کی ہولنا کی ہے۔بدھیا سے ہمارا تعارف افسانہ نگار کے تعارفی بیان سے ہوتا ہے،ورنہ کہانی میں اپنے وجود کا احساس اپنی اپنی چیخ وکراہ کے علاوہ کسی عمل یا مکالمے سے نہیں کراتی ہے۔

باپ ، بیٹے کے مکالمے کہانی کی جان ہے۔کہانی انہیں مکالموں کے دوش پر ماضی اور حال کے مختلف منظرنامے پیش کرتی ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر صغیر افراہیم لکھتے ہیں:

> ''کفن میں مرکزی کرداروں کے مکالمے ،افسانہ نگار کے وضاحتی بیانات اور جابجا بکھرے ہوئے سانحاتی نشیب وفراز افسانے کے لہجے کو طنز کا ایسا آہنگ دیتے ہیں کہ تمام تشکیلی عناصر اس میں ڈوب کر رہ جاتے ہیں اور افسانہ ایک مکمل طنز کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔''
>
> (اردو افسانہ ترقی پسند تحریک سے قبل،از-ڈاکٹر صغیر افراہیم،ص-۱۲۶)

کہانی کے دوسرے حصے میں بدھیا کی موت ہو جاتی ہے۔مادھو اور گھیسو آہ وزاری کرتے ہیں۔لوگوں کی تسلی کے بعد ان دونوں کو اس کے کفن کی فکر ہوتی ہے اس کی فراہمی کے لئے دونوں باپ بیٹا جھوٹ اور سچ کا سہارا لیتے ہیں،اور پیسے مانگنے کے لئے نکل جاتے ہیں۔اس طرح ایک گھنٹہ میں پانچ روپئے جمع ہو جاتے ہیں۔جن سے ان کی کذب اور دروغ گوئی واضح ہوتی ہے۔

افسانہ ''کفن'' کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

> ''گھیسو زمین پر سر رکھ کر آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا سرکار بڑی بپت میں ہوں۔مادھو کی گھر والی رات گجر گئی۔دن بھر تڑپتی رہی۔آدھی رات تک ہم

دونوں اس کے سرہانے بیٹھے رہے۔ دوادارو جو کچھ ہوسکا سب کیا۔ مگر وہ ہمیں دگا دے گئی.......................................اب آپ کے سوا اس کی مٹی کو ن پار لگائے گا.......................................آپ کے سوا اور کس کے دوار پر جاؤں؟''

(کفن، ص ۱۴۰)

''زمیندار صاحب نے دو روپئے دیئے تو گاؤں کے بنئے مہاجنوں کو انکار کی جرأت کیوں کر ہوتی۔ گھیسو زمیندار کے نام سے ڈھنڈورا پیٹنا جاتا تھا۔ کسی نے دو آنے دیئے کسی نے چار آنے ایک گھنٹے میں گھیسو کے پاس پانچ روپے کی معقول رقم جمع ہوگئی۔''

(کفن، ص ۱۶۰)

پریم چند کے کمالِ فن کا مظاہرہ اس وقت اپنے عروج پر ہوتا ہے جب سماج کے بدنام کنبے کے ذریعہ اس کی بے حسی کو دکھانے کی سعی کی ہے۔ بے حسی کا عالم یہ ہے کہ ''کفن'' خریدنے کے بجائے کفن کے پیسے سے وہ اپنے شوق اور بھوک کو مٹانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ظاہری طور پر اس بدنام کنبے کی بے حسی کا مظاہرہ ہوتا ہے، لیکن اس بے حسی کے پس پردہ عندیہ تلاش کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ بے حسی ان افرادِ معاشرہ کا ہے جن کا تعلق طبقۂ اشرافیہ سے ہے۔ ایک طرف غریبوں کی مفلوک الحال زندگی اور بھوک دوسری طرف زمیندار اور ساہوکاروں کی ظلم و زیادتی انہیں اس قدر بے حس بنا دیا ہے کہ گھر میں موت ہوجانے پر بھی غم والم کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ اس طرح پریم چند نے سماج کی کڑوی حقیقت کو پیش کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''گھیسو نے ایک بوتل شراب کی لی۔ کچھ گزک اور دونوں برآمدے میں بیٹھ کر پینے لگے۔''

''گھیسو بولا۔ کپھن لگانے سے کیا ملتا جل ہی تو جاتا کچھ بہو کے ساتھ تو نہ جاتا۔''

''مادھو بھی ہنسا۔ اس غیر متوقع خوش نصیبی پر قدرت کو اس طرح شکست دینے پر بولا۔''

''بڑی اچھی تھی بچاری۔ مری بھی تو خوب کھلا پلا کر۔''

''دونوں اس وقت اس شان سے بیٹھے پوریاں کھا رہے تھے، جیسے جنگل میں

کوئی شیر اپنا شکار اڑا رہا ہو۔‘‘

(کفن، ص ۱۴۱-۱۴۲)

پریم چند نے پوری کہانی کو شروع سے آخر تک ڈرامائی انداز میں شدت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ گھیسو اور مادھو نشے کی حالت میں بدمست ہو کر ناچتے، گاتے ہیں اور سماج کے اعلیٰ طبقے کو طنز کا شکار بنایا ہے۔ ساتھ ہی ان کرداروں سے سماج کے غلط اصول وضوابط اور غیر اخلاقی رویوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ جنہیں سماج میں معتبر سمجھا جاتا ہے، بلکہ معتبر تو وہ ہے جو پیٹ کی بھوک کو مٹانے کا کام کرتا ہے۔ اس ضمن میں گھیسو اور مادھو کی زبانی حقیقت حال ملاحظہ فرمایئے:

’’مادھو نے پھر آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ بیکنٹھ میں جائے گی دادا۔ بیکنٹھ کی رانی بنے گی۔‘‘

’’گھیسو کھڑا ہو گیا اور جیسے مسرت کی لہروں میں تیرتا ہوا بولا۔ ہاں بیٹا بیکنٹھ میں جائے گی۔ کسی کو ستایا نہیں، کسی کو دبایا نہیں۔ مرتے وقت ہماری جندگی کی سب سے بڑی لالسا پوری کر گئی۔ وہ نہ بیکنٹھ جائے گی تو کیا یہ موٹے موٹے لوگ جائیں گے جو گریبوں کو دونوں ہاتھ سے لوٹتے ہیں اور اپنے باپ کو دھونے کے لئے گنگا میں جاتے ہیں اور مندر میں جل چڑھاتے ہیں۔‘‘

(کفن، ص ۱۴۴-۱۴۳)

کہانی کے عمیق مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ گھیسو اور مادھو انسانی ہمدردی کے جذبے سے سرشار ہیں اور اسے فطری لگاؤ بھی ہے باوجود اس کے انسانی ہمدردی کا فقدان نظر آتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان کی بھوک ہے۔ شروع سے آخر تک اسی کا بیان ملتا ہے۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے:

بھوک سے بڑھ کر کوئی بوال ہے کیا؟
مجھے کیا خبر ہجر کیا وصال کیا؟

اس افسانے کے ذریعے افسانہ نگار نے تاریخ کی تاریک ترین حقیقت پر غور کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ اس طرح اردو افسانہ کی تاریخ میں افسانہ ’’کفن‘‘ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس افسانہ کے ذریعہ افسانہ نگار نے تاریخ کی تاریک ترین حقیقت پر غور کرنے کے لئے مجبور دیا ہے۔ اس طرح اردو افسانہ کی تاریخ میں افسانہ کفن سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

5-A.6 ماحصل:

افسانہ ''کفن''فن اور موضوع دونوں اعتبار سے ایک اہم افسانہ ہے۔افسانہ میں کہیں جھول نہیں ہے اور جزئیات کی اتنی خوبصورت زنجیر ہے کہ ہر کڑی اپنی جگہ مضبوط ہے۔یہ کہانی موضوع کے اعتبار سے اپنے عہد کو نیا جہاں عطا کرتی ہے۔گاؤں کے ایک چمار خاندان کے تین افراد اور تین نسلوں کی کہانی پریم چند کی فنی مہارت کے سبب اس قدر وسیع کینوس اختیار کر لیتی ہے کہ آفاقیت کی حدوں کو چھو لیتی ہے۔کفن ایک طرف پریم چند کی حقیقت نگاری کو نئی سمت عطا کرتی ہے تو دوسری طرف ترقی پسند تحریک کو ایک مضبوط و مستحکم بنیاد بھی فراہم کرتی ہے۔

5-A.7 مشق کے لئے سوالات:

۱۔ پریم چند کی شخصیت اور ادبی خدمات پر روشنی ڈالئے؟

۲۔ افسانہ ''کفن'' کا تنقیدی جائزہ پیش کیجئے؟

۳۔ افسانہ ''کفن'' پریم چند کی شاہکار ہے۔مدلل جواب دیجئے؟

۴۔ افسانہ ''کفن'' کے حوالے سے کردار نگاری کا جائزہ لیجئے؟

۵۔ افسانہ ''کفن'' کا خلاصہ لکھئے؟

5-A.8 مشکل الفاظ کے معنی:

ذوق :شوق

تکمیل :پورا ہونا

سماعت :سننا

ملحوظ خاطر :خیال رکھنا

معتبر :درست،ٹھیک

عمیق : گہرائی

عندیہ :اشاریہ

سعی : کوشش

5-A.9 مزید مطالعہ کے لئے معاون کتابیں:

منشی پریم چند۔شخصیت اور کارنامے :قمر رئیس

پریم چند کے شاہکار افسانے :اعجاز خاور

اردو ادب کی تحریکیں :انور سدید

اردو افسانہ: ترقی پسند تحریک سے قبل: صغیر افراہیم

پریم چند۔قومی یکجہتی کے علمبردار :خواجہ احمد عباس